بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محدث دہلی

مدیر معاون
نذیر احمد املوی رحمانی

نمبر ۸	بابت ماہِ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ مطابق ماہِ نومبر ۱۹۴۶ء	جلد ۱

مسئلۂ علمِ غیب پر تحقیقی نظر

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس مسئلہ پر گفتگو کرنے سے پہلے ہی ہم نے مبحث کی تعیین کرتے ہوئے مخالف کے دعوے کی تصویر وضاحت سے پیش کر دی تھی اور بتا دیا تھا کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے باوجود بعض لوگوں کو غلط فہمی باقی ہے اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ خدانخواستہ ہم مطلقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی کے منکر ہیں۔ چنانچہ ہمارے پاس بعض خطوط ایسے آئے ہیں جن میں ہم پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ خود ان کی سمجھ کا قصور ہے۔ اس میں ہماری کوئی غلطی نہیں۔ ہم نے پہلے ہی عرض کر دیا تھا اور اب ایک بار پھر بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی کوئی بات بھی نہیں معلوم تھی۔ یہ تو سراسر کفر اور قرآن کے خلاف ہے بلکہ ایسا کہنا درحقیقت آنحضور علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرنا ہے اس لئے کہ آپ خود تو امّی تھے، یہ قرآن اور یہ دین سارا کا سارا "غیب" ہی تو تھا جسے اللہ تعالیٰ نے وحی والہام کے ذریعہ آپ پر ظاہر فرمایا۔ پھر کون صحیح العقل مسلمان ہے جو آپ کی غیب دانی کا مطلقاً انکار کرے۔ ہاں البتہ ہم یہ نہیں مانتے کہ آپ کو جمیع ماکان ومایکون یعنی گذشتہ اور آئندہ کا ہر ذرہ، ہر واقعہ، ہر سانحہ، ہر چیز معلوم تھی

گویا نہ تو ہم اس بات کے قائل ہیں کہ آپ کو غیب کا "کچھ" حال بھی نہیں معلوم تھا اور نہ اس بات کے قائل ہیں کہ آپ کو "سب کچھ" معلوم تھا بلکہ ان دونوں کے درمیان میں ہم نے ایک تیسری راہ اختیار کی ہے جو حق و اعتدال کی راہ ہے۔ یعنی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ غیب اور حاضر کا پورا پورا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے لیکن اس نے اپنی مرضی و اختیار سے غیب کی بہت سی باتیں اپنے پیغمبروں کو بھی بتائی ہیں۔ خصوصاً آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس شرف سے خوب نوازا گیا۔ تاہم کائنات کی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر آپ کا علم حاوی نہیں۔ تمام اشیاء کا تفصیلی، محیط اور مکمل علم آپ کو حاصل نہ تھا یہ اسی کی شان ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (پ۲۸ ع ۱۸) بے شک اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

اپنے اس عقیدے کے ثبوت میں قرآن مجید کی متعدد آیتیں ہم "محدث" کے چوتھے نمبر میں پیش کر چکے ہیں۔ اب ان کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ اس نمبر کو ایک بار پھر پڑھ لیں۔

اس گذارش کے بعد ہمیں امید ہے کہ اپنی غلط فہمی کی بنا پر جو حضرات ہم سے ناراض ہو رہے تھے اب ان کی تشفی ہو جائے گی اور وہ ٹھنڈے دل سے اس بحث کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش فرمائیں گے۔

اصل مقصد کی طرف رجوع

میں نے عرض کر دیا کہ گفتگو اس بات پر ہو رہی ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "سب کچھ" معلوم تھا؟ فریق مخالف اس کا اثبات کرنا چاہتا ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔ "محدث" کے گذشتہ نمبر سے ہم نے مخالفین کے حدیثی دلائل پر بحث شروع کی ہے چنانچہ تین حدیثیں ایسی پیش کی گئی ہیں جن سے مخالفین اپنے عقیدے کا اثبات کرتے ہیں۔ ان تینوں حدیثوں کا ایک تو ہم نے اجمالی جواب دیا ہے اور اس کے بعد تفصیلی جوابات کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے پہلی حدیث کے ہم نے چار جواب دیئے ہیں۔ چوتھے جواب کی تقریر کئی عنوانوں سے ہو سکتی ہے۔ پچھلے نمبر میں اس کی دو تقریریں ذکر کی جا چکی ہیں۔ اب آج اس سے آگے ملاحظہ فرمائیے لیکن جواب کی تقریر سمجھنے کیلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں پچھلی بحث کا خلاصہ پہلے آپ کو سمجھا دوں۔

پچھلی بحث کا خلاصہ

پچھلے نمبر میں آخری گفتگو اس مرحلہ پر پہنچی ہے کہ حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کے جس خطبے کا ذکر کرتے ہوئے فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ کہا ہے اس میں لفظ "ما" سے استغراق تام اور شمول کلی کے طور پر "تمام اشیاء" مراد نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ مخصوص و محدود اشیاء مراد ہیں جو اس محدود و متناہی وقت میں بیان کر دی گئیں۔ اگر شمول کلی اور استغراق تام مانا جائے گا تو اس پر استحالے لازم آئیں گے۔ چنانچہ پچھلے نمبر میں ہم نے (الف) اور (ب) کے ماتحت

دو واسطے پیش کیے تھے۔ اب آگے مزید استحالات سنیے۔

(ج) اگر اس حدیث میں "ماسے تفصیلی طور پر "جمیع" ماکان وماھو کائن" مراد لیا جائے تو واضح رہے کہ اس تقدیر پر جس طرح سے آنحضورؐ کیلئے تمام کائنات حاضرہ وغائبہ" کا عالم ہونا ثابت ہوگا اسی طرح صحابی کے قول" اخبرنا" کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بھی ثابت ہوگا کہ آنحضورؐ نے اس تمام کائنات کو بالتفصیل لوگوں کے سامنے بیان بھی فرمادیا گویا کائنات کی کوئی چیز نہ آپ پر مخفی تھی اور نہ آپ نے کسی چیز کو دوسروں سے مخفی رکھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کے انعام واکرام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ	سو کسی کو نہیں معلوم جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا
قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا	سامان ان نیک لوگوں کے لئے خزانۂ غیب میں
يَعْمَلُوْنَ ٥ (سجدہ ع ٢)	مخفی رکھا گیا ہے یہ ان کے نیک اعمال کا صلہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مخصوص بندوں کا ذکر فرمایا ہے جو اس کے انعام واعزاز کی طمع اور عذاب وعقاب کا خوف رکھتے ہوئے اپنی مشغولیتوں اور آرام وراحت کی خوابگاہوں کو چھوڑ کر اس کی یاد میں الگ ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان عام انعامات کے علاوہ جو قرآن مجید واحادیث میں عام اہلِ جنت کے لئے بیان فرمائے گئے ہیں۔ کچھ ایسی مخصوص نعمتیں پیدا کر کے پوشیدہ اور محفوظ کر دی ہیں۔ جن کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی مخلوق کو بھی حاصل نہیں۔ بلکہ وہ کسی کے تصور وخیال میں بھی نہیں آسکتیں۔ خواہ وہ بارگاہِ الٰہی کا کوئی مقرب فرشتہ ہو یا خدا کا بھیجا ہوا کوئی برگزیدہ پیغمبر چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

يقول الله اعددت لعبادي	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے
الصالحين مالا عين رأت ولا	ایسی ایسی نعمتیں بطور ذخیرہ کے تیار کر کے رکھ چھوڑی
اذن سمعت ولا خطر على قلب	ہیں جن کو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کبھی
بشر ذخراً من بله ما اطلعتم	کسی کان نے سنا ہے اور نہ کبھی کسی کے دل میں ان کا خیال
عليه ثم قرء فلا تعلم نفس	تک گذرا ہے۔ اور یہ نعمتیں جنت کی ان نعمتوں کے
ما اخفي لهم من قرة اعين جزاء	علاوہ ہیں جن کو تم جانتے ہو اس کے بعد آپ نے
بما كانوا يعملون (ج ٢ ص ٧٠٢)	یہی آیت پڑھی۔ فلا تعلم نفس ما اخفي لهم الآیہ

یہی حدیث مسلم شریف جلد ثانی کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا میں انھیں حضرت ابو ہریرہؓ سے تقریباً انھیں الفاظ کے ساتھ تین طریق سے مروی ہے اور اسی صفحہ پر حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے

بھی یہ روایت مذکور ہے نیز مسلم شریف جلد اول باب اثبات الشفاعۃ واخرج الموحدین من النار ص ۱۰۲ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک روایت مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پہلے جنت کے ادنیٰ مرتبہ والے کا حال پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ دنیا میں کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کا جو مرتبہ ہوتا ہے اس سے دس گنا زیادہ جنت کے ادنیٰ درجہ والے مومن کا ہوگا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَیْ رَبِّ فَاَعْلَاھُمْ مَنْزِلَۃً اے میرے رب تو پھر اعلیٰ مرتبہ والے کا کیا حال ہوگا؟ تو رب العالمین نے جواب میں فرمایا

اولائك الذين اردت غرست	یہ تو وہ لوگ ہیں جن کو میں نے اپنے انعام کیلئے چن لیا ہے
کرامتهم بیدی وختمت علیها	ان کی عزت و کرامت کو اپنے ہاتھوں سے محفوظ کر دیا
فلم ترعین ولم تسمع اذن ولم	ہے اور ان کے انعامات کو مہر بند کر کے رکھا ہے اس لئے
یخطر علی قلب بشر قال ومصداقه	ان انعامات کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی
فی کتاب اللہ عزوجل فلا تعلم	کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے خیال و تصور میں آسکے
نفس ما اخفی لهم من قرة	ہیں پھر فرمایا اس کی تصدیق قرآن کی اس آیت سے
اعین الآیه	ہوتی ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لهم الآیہ

اس حدیث میں ختمت علیها (میں نے ان نعمتوں کو مہر کر دیا) کا جملہ خاص طور پر قابل لحاظ ہے اس کے معانی یہ ہیں کہ ان نعمتوں کو کسی پر ظاہر نہیں کیا گیا ہے بلکہ قدرت نے اپنے مخصوص بندوں کا یہ مخصوص تحفہ محفوظ سرمایہ کے طور پر ابھی سربند و مخفی ہی رکھا ہے اور یہ اخفا کسی خاص شخص سے نہیں بلکہ تمام مخلوق سے ہے اسلئے کہ فلا تعلم نفسٌ ما اخفی لهم الآیہ میں نفسٌ نکرہ ہے جو تحت میں نفی کے واقع ہے اور اہل فن جس طرح "ما" کو الفاظ عموم میں شمار کرتے ہیں اسی طرح نکرہ واقعہ تحت النفی کو بھی مفید استغراق و عموم مانتے ہیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانی اسی آیت کے متعلق لکھتے ہیں :-

وما فی ما اخفی لهم موصولة ونفس نکرة	ما اخفی لهم میں ما موصولہ ہے اور نفس نکرہ ہے جو نفی
فی سیاق النفی فیعم جمیع الانفس ای	کے بعد واقع ہے لہذا یہ تمام نفسوں کو شامل ہوگا۔
لا یعلم الذی اخفاہ اللہ لهم لا ملك	یعنی وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کے لئے چھپا
مقرب ولا نبی مرسل	رکھی ہے اس کو کوئی نہیں جانتا نہ کوئی مقرب فرشتہ
(حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۷۰۴)	اور نہ خدا کا بھیجا ہوا کوئی پیغمبر۔

تفسیر ابو السعود میں ہے۔

(فلا تعلم نفس) من النفوس لا ملک — ان نعمتوں کو نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے

مقرب ولا نبی مرسل فضلا عمن عداھم — اور نہ کوئی خدا کا فرستادہ پیغمبر۔ بھلا دوسروں

(ابو السعود برحاشیہ کبیر ج ۶ ص ۷۵) — کا کیا ذکر۔

قاضی بیضاوی فلا تعلم نفس کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

لا ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ — ان انعامات الٰہیہ کو نہ تو اللہ تعالیٰ کا کوئی معزز

(تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۱۷۲) — فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔

مذکورہ بالا آیت اور احادیث نبویہ و اقوال ائمہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو خوف و طمع کے ساتھ پکارتے ہیں، اپنی خوابگاہوں سے الگ ہو کر اس کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں ان کیلئے مخصوص انعامات اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ کر رکھے ہیں جن کا کسی کو علم تو کیا؟ وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ "انعامات" بھی جمیع ما کان و ما یکون میں داخل ہیں۔ پس اگر اس خطبہ والی روایت میں "ما" سے جمیع ما کان و ما یکون مراد لیا جائے تو نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان انعامات الٰہیہ مخفیہ سے مطلع و باخبر ہونا لازم آئیگا بلکہ "اخبرنا" کے پیش نظر وہ سارا کا سارا مجمع ہی باخبر ہو جاتا ہے جو اس خطبہ میں موجود تھا۔ حالانکہ کتاب و سنت کے مذکورہ بالا دلائل نہایت کھلے طور پر اس کی تردید و تکذیب کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں "ما" استغراق اور عموم کلی کیلئے نہیں ہے وھذا ھو المرام۔

آیت کے جوابات مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی کتاب "الفیوض الملکیہ" میں اس آیت کے چار جواب دیئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ساتھ ہی ان پر بھی تنقید کرتے چلیں تاکہ شک و شبہ میں پڑنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔

پہلا جواب مولوی صاحب موصوف کے پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ:۔

"لا تعلم" کے لفظ سے صرف فی الحال علم کی نفی ثابت ہوتی ہے نفی فی الاستقبال سے وہ بالکل ساکت ہے پس آیۂ کریمہ سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس کے نزول کے وقت ان خاص مخفی نعمتوں کا علم کسی نفس کو نہیں تھا۔ رہا یہ کہ اس کے بعد بھی کسی کو ہوا یا نہیں۔ اس پر آیت کی نفیاً یا اثباتاً کوئی دلالت نہیں پس ہو سکتا ہے کہ آیت ہذا کے نزول کے بعد ختم نزول قرآن تک کسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم عطا فرما دیا گیا ہو" (ملخصاً)

دوسرا جواب خانصاحب موصوف کے دوسرے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

"آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ جن نعمتوں کا نامعلوم ہونا اس میں بیان کیا گیا ہے وہ

فی الحال موجود بھی ہیں، ہو سکتا ہے کہ قیامت کے بعد دارِ آخرت میں موجود کی جائیں۔

تیسرا جواب ان کے تیسرے جواب کا ملخص یہ ہے کہ:۔

"اس آیت میں جن مخفی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ کائنات میں سے ہوں، بلکہ ممکن ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی کچھ خاص تجلیات ہوں اور ان کو ہم علم ماکان وما یکون سے مستثنیٰ مانتے ہیں"

چوتھا جواب خانصاحب کے چوتھے جواب کا لب لباب یہ ہے کہ:۔

"آیۂ کریمہ اور احادیث مذکورہ میں جن مخفی نعمتوں کے نامعلوم ہونے کا ذکر ہے شبِ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم عطا فرما دیا گیا بلکہ عینی مشاہدہ بھی کرا دیا گیا جیسا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا حتی دخلت الجنة فاذا فیہا ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر الحدیث"

خانصاحب نے اس چوتھے جواب کو بڑے فخر سے پیش کیا ہے اور اپنے زعم میں اس کو اہلِ سنت کے استدلال کیلئے قاطع قرار دیا ہے۔ لیکن اہلِ سنت کے استدلال کے لئے وہ قاطع ہو یا نہیں اس میں تو شبہ نہیں کہ وہ خود ان کے پہلے تینوں جوابات، احتمالات اور تاویلات کیلئے قاطع ضرور ہے اور ان کے اس جواب کے ہوتے ہوئے ان کے پہلے تینوں جوابات کے رد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی بلکہ وہ خود بخود ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اس حدیث (ابو سعیدؓ) کے ہوتے ہوئے انھوں نے پہلے تینوں جوابات کو اپنی کتاب میں کیونکر ذکر کرنے کی جرأت کی۔ بھلا بتائیے تو سہی کہ جب ان مخفی نعمتوں کو آپ نے شبِ معراج میں جنت میں مشاہدہ فرمایا تو اب اس احتمال کے ذکر کرنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ "ہو سکتا ہے کہ ختمِ نزولِ قرآن تک کسی وقت آنحضرت کو ان کا علم عطا فرما دیا گیا ہو"

یا یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ "وہ فی الحال موجود نہیں ہیں ہو سکتا ہے کہ قیامت کے بعد موجود کی جائیں" یا اس کہنے کے اب کیا معنی ہوتے ہیں کہ "یہ ضروری نہیں کہ وہ کائنات میں سے ہوں" پس جب ان چاروں جوابات میں سے پہلے تینوں جوابات خود ہی ختم ہو گئے اور مدار صرف چوتھے جواب پر رہ گیا تو اب ہم اسی پر نقض وارد کرتے ہیں۔

ہمارا نقض اس حقیقت کو نہ بھول جائیگا کہ اصل گفتگو اس وقت حضرت ابو زید انصاریؓ کی اس (خطبہ والی) روایت پر ہو رہی ہے جس کو آپ لوگ اپنے اس دعوے کے اثبات میں بڑے طمطراق سے پیش

کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان وماہو کائن کا علم حاصل تھا۔
اور بقول خانصاحب بریلوی کے حضرت ابو سعیدؓ کی مذکورہ بالا روایت کی بنا پر جب آنحضرت علیہ السلام کو ان مخفی نعمتوں کا مشاہدہ کرا دیا گیا تو اب ان کے "موجود" ہونے اور "کائنات" میں سے ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ اور جب یہ کائنات میں سے ہوئیں تو لامحالہ آنحضورؐ کے اس تاریخی خطبہ (زیر بحث) کے وقت یا تو ماکان میں داخل رہی ہوں گی یا ماہو کائن میں۔ بہر دو صورت استحالہ لازم آئیگا کما سیاتی۔
اس تمہید کو سامنے رکھتے ہوئے اب میرا اعتراض سنئے!
جب آپ لوگ اس خطبہ والی روایت کو آنحضورؐ کے علم کلی کیلئے بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں تو یہاں دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو آپ تسلیم کریں کہ اس خطبہ کے وقت آنحضورؐ کو "تمام" ماکان وماہو کائن کا علم حاصل ہو چکا تھا اور یا یہ کہیں کہ نہیں بلکہ اس وقت بھی بعض چیزیں آپ سے مخفی تھیں۔
اگر دوسری شق اختیار کی جائے تو اس پر دو اعتراض وارد ہونگے ایک تو یہ کہ جب یہ دلیل مثبت مدعا ہی نہیں تو پھر اس کو محل نزاع میں استدلالاً پیش کرنا ہی لغو ہے۔
اور دوسرا یہ کہ ہمارا مقصود پھر بھی حاصل ہے یعنی آپ نے مان لیا کہ اس حدیث میں "ما" سے مراد "جمیع" ماکان وماہو کائن نہیں ہے اور یہی ہم بھی کہہ رہے ہیں۔
اور اگر پہلی شق اختیار کریں یعنی یہ کہیں کہ اس خطبہ کے وقت آنحضورؐ کو جمیع ماکان وماہو کائن کا علم حاصل ہو چکا تھا۔ تو اب یا تو سورہ سجدہ والی یہ آیت (فلا تعلم نفسٌ الآیہ) پہلے نازل ہو چکی تھی اور یہ مخفی نعمتیں بھی آپ کے علم میں پہلے ہی آچکی تھیں تو دونوں ماکان میں داخل ہوئیں اور اگر دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بعد میں معلوم ہوئی تو جو بعد میں معلوم ہوئی وہ ماہو کائن میں داخل ہوگی اور جو پہلے معلوم ہوئی وہ ماکان میں داخل ہوگی۔ بہرحال ان دونوں صورتوں سے ان دونوں چیزوں میں سے کوئی بھی باہر نہیں۔
اور آپ یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ خطبہ کے وقت آنحضورؐ کو ماکان اور ماہو کائن دونوں ہی چیزوں کا بالتفصیل علم ہو چکا تھا اور "اخبرنا" کی بنا پر آپ نے ان دونوں کو تفصیلاً لوگوں کے سامنے بیان بھی فرمایا تو اگر یہ آیت ماکان میں داخل تھی تو جب آپ ماکان اشیاء کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچے تھے اس وقت غلط فہمی سے بچانے کے لئے آپ لوگوں کو بتا دیتے کہ اس آیت میں جن مخفی نعمتوں کا ذکر ہے اب وہ مخفی نہیں بلکہ میں ان کو تفصیلاً جانتا ہوں اور اب تمہیں بھی بتائے دیتا ہوں، تو سن لو!
حالانکہ اس قسم کے مضمون کا کسی حدیث میں شائبہ تک نہیں پایا جاتا، بلکہ صحیحین کی روایات مذکورہ کے اندر تو اس کے برخلاف ان کے نامعلوم وغیر متصور ہونے کو پورے زور کلام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اور اگر یہ آیت ما ہو کائن میں داخل تھی تو چونکہ آپ کا علم جمیع ما ہو کائن کو بھی حاوی تھا۔ اور ان تمام ما یکون کو آپ نے اس مجلس میں بیان بھی فرمایا تو اسی ما یکون کے بیان کے سلسلہ میں آپ نے اس آیت کو بھی پڑھکر سنایا ہوگا۔ اور اسی جگہ ان مخفی نعمتوں کو بھی بیان کیا ہوگا جو آپ کے علم میں آچکی تھیں خواہ ما کان میں داخل ہوں یا ما ہو کائن میں۔ گویا ایک طرف تو آپ خدا کی طرف سے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَہُمْ کے ماتحت یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ان مخفی نعمتوں کا علم کسی کو بھی نہیں خواہ کوئی فرشتہ یا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوسری طرف ٹھیک اسی مجلس میں نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ آپ خود ہی اس آیت کی تکذیب کرتے ہوئے برملا ایک ایک نعمت کو بالتفصیل لوگوں کے سامنے بیان بھی کرتے جاتے ہیں بھلا کون مسلمان ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات کے انتساب کو گوارا کریگا۔ حاشا ثم حاشا۔

پس ثابت ہوگیا کہ حدیث ابوزید (زیر بحث) میں لفظ "ما" کو "جمیع" کے معنی میں لینا صحیح نہیں فذلک ما اردناہ۔

(باقی)

افسوسناک واقعہ

"محدث" کا گذشتہ نمبر جس صورت میں شائع ہوکر ہمارے ناظرین کے پاس پہنچا ہے اسکو دیکھکر ناظرین کو جو تکلیف ہوئی ہوگی اس سے کہیں زیادہ صدمۂ افسوس، اور ندامت ہم کو لاحق ہے۔ کتابت و طباعت کی غلطیوں سے مضامین کی صورت ہی مسخ ہوگئی ہے۔ پھر طرفہ تماشا یہ کہ بہت سے رسالوں کی موڑائی اور سلائی بھی ایسی الٹی پلٹی ہوئی ہے کہ الامان والحفیظ۔

قصہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے کاتب سے جو کاپیاں اطمینان سے لکھوا کر اور تصحیح کرکے پریس بھیجی تھیں وہ پریس والوں کی لاپرواہی اور غفلت کے باعث کہیں کھوئی گئیں اور اس کا علم اس وقت ہوا جب صرف چند روز باقی رہ گئے۔ اب اتنا وقت تو تھا نہیں کہ رسالہ اطمینان سے دوبارہ لکھوا کر وقت پر شائع کیا جاتا اس لئے پریس والوں نے ہم سے مسودہ لیکر جلدی جلدی اپنے کاتبوں سے لکھوا کر اور چھاپ چھوپ کر جس حالت میں بھی ہوا ۳۰ ستمبر کو شام کے وقت رسالہ ہمارے حوالہ کردیا۔ ڈاکخانہ کے قانون کے بموجب پہلی اکتوبر کو رسالہ ہم کو پوسٹ کرنا ضروری تھا۔ اسلئے راتوں رات کوشش کرکے ہم نے رسالوں پر چٹیں وغیرہ لگوائیں اور صبح کو بادل ناخواستہ جس حالت میں تھا ڈاکخانہ کے حوالہ کردیا۔ اب اگر کسی خراب حالت میں "محدث" کا یہ نمبر آپ کے پاس پہنچا ہو تو اب ہماری طرف سے اس کی تلافی کی بھی کوئی صورت نہیں اسلئے ہم کو معذور جان کر معاف فرمائیں۔

(مدیر)